ڈاکٹر جمیل جالبی بطور محقق و مدوِن

ڈاکٹر عظمت رباب

ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو

لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور

تلخیص: جمیل جالبی کا نام اردو تنقید، تحقیق، تدوین اور تراجم میں بنیادی حوالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ انھوں نے اردو ادب کی مختلف جہات کو اپنی تنقیدی و تحقیقی بصیرت کی مدد سے پیش کیا ہے۔ تنقید ہو یا تحقیق، تراجم ہوں یا تدوین ان کا نام ایک معتبر حوالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ ادب کی قد آور شخصیت ہیں ۔اس مقالے میں ان کی ترتیب و تدوعین کو مختلف مثالوں کی مدد سے پیش کیا گیا ہے۔ ایک محقق کو جس جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لینا پڑتا ہے اس کا عملی مظاہرہ ہمیں جمیل جالبی کی مرتبہ و مدونہ کتب میں واضح دکھائی دیتا ہے۔ اس مقالے میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی بطور مرتب و مدون خصوصیات بیان کی گئی ہیں اور ان کے طریق تدوین کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: ڈاکٹر جمیل جالبی، تنقید، تحقیق، تراجم، ترتیب، تدوین، مرتبہ نسخے، تدوین کا طریق کار، تدوین کی روایت میں جمیل جالبی کا کردار

اردو ادب میں محمد جمیل خاں جمیل جالبی کا نام کئی حوالوں سے معتبر و معروف ہے ۔ سکالرز اور طالب علمانہ حوالے سے ان کی تاریخ ادبِ اردو اور ارسطو سے ایلیٹ تک کو نظر انداز کر کے آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔ اس سے کچھ آگے جایا جائے تو تنقیدی نظریہ سازی اور تدوینِ متن کے حوالے سے ان کا کام دکھائی دیتا ہے۔ تنقید اور تحقیق کے جس امتزاج کو "تحقید" سے موسوم کرنے کی جو تجویز انھوں نے دی تھی اس کا عملی مظاہرہ ان کی ہر تصنیف میں نظر آتا ہے۔ تاریخِ ادبِ اردو میں جس طرح انھوں نے جو حوالہ جات استعمال کیے ہیں وہ بیشتر مخطوطوں اور بنیادی مآخذ سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اسی طرح ان کی مرتبہ کتابوں دیوانِ حسن شوقی، دیوانِ نصرتی اور مثنوی نظامی شامل ہیں ۔ ان کے مخطوطوں تک رسائی اور دکنی ادب سے واقفیت ان کا ایک اور علمی و ادبی کارنامہ ہے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ دیوانِ حسن شوقی

ڈاکٹر جمیل جالبی نے حسن شوقی کے دیوان کو مرتب کیا جو انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی سے ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا۔ اس کے مقدمے میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے بتایا ہے کہ اس سے قبل حسن شوقی کا کتنا کام منظر عام پر آ چکا تھا۔ ان کی فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق ۱۹۲۹ء میں مولوی عبدالحق نے رسالہ "اردو" میں پہلی بار حسن شوقی کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد ۱۹۵۴ء میں سخاوت مرزا نے رسالہ "اردو" کراچی میں حسن شوقی کی تین غزلیں اور ۱۹۶۵ء میں حسینی شاہد نے پانچ غزلیں شائع کیں۔ ان چند غزلیات کے علاوہ حسن شوقی کا کلام پہلی بار جمیل جالبی کے مرتبہ دیوانِ حسن شوقی کے ذریعے سامنے آیا۔

مقدمے میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے بہمنی سلطنت کے زوال کو مختصراً بیان کیا ہے۔اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ نظام شاہی،احمد شاہی اور برید شاہی سلطنتیں زوال آمادہ ہوئیں تو شوقی نظام شاہی سے عادل شاہی سلطنت میں چلا آیا۔

دیوان حسن شوقی دو مثنویوں ''فتح نامہ نظام شاہ''، ''میز بانی نامہ'' اور غزلیات پر مشتمل ہے۔فتح نامہ نظام شاہ کو جمیل جالبی نے دو نسخوں نسخہ اول اور نسخہ ثانی کی مدد سے مدون کیا جو موجودہ شکل میں چھ سو بیس(۶۲۰) اشعار پر مشتمل ہے۔یہ مثنوی دکن کی مشہور جنگ تالیکوٹ ۹۷۲ھ (۱۵۶۴ء) کی فتح پر حسن شوقی نے تحریر کی تھی جس میں اپنے مربی حسین نظام شاہ کو فاتح تالیکوٹ قرار دیا۔یہ جنگ وجیا نگر کے راجہ رام راج اور ابراہیم قطب شاہ، علی عادل شاہ اول، حسین نظام شاہ، برید شاہ کی متحدہ افواج کے درمیان ہوئی جس میں راجہ رام راج کو شکست ہوئی اور وجیا نگر سلطنت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔

''میز بانی نامہ'' میں سلطان محمد عادل شاہ(۱۰۳۷ھ۔۱۰۶۸ھ) کی شادی کو موضوع سخن بنایا ہے جو نواب مظفر خان کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ مولوی عبدالحق نے نہ معلوم کس بنا پر اس شادی کا رشتہ مصطفی خان وزیر اعظم کی بیٹی سے ملا دیا ہے۔یہ شادی جس کا میز بانی نامہ حسن شوقی نے مرتب کیا ہے مصطفی خان کی بیٹی سے نہیں بلکہ نواب مظفر خان کی بیٹی سے شادی کا میز بانی نامہ ہے ۔ میز بانی نامہ دو سو چودہ(۲۱۴)اشعار پر مشتمل ہے اور اسے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مقدمے میں حسن شوقی کی غزلوں کے موضوعات اور فنی محاسن بھی بیان کیے گئے ہیں۔

عادل شاہی دور کا سب سے اہم اور نمائندہ شاعر حسن شوقی ہے، شوقی نے دکنی زبان کو فارسی کے قریب کرنے کی کامیاب کوشش کی،ڈاکٹر جمیل جالبی نے درست کہا ہے کہ

''حسن شوقی کی غزلیں اسی روایت کا حصہ ہیں جس کے فراز پر ولی دکنی کی غزل کھڑی ہے۔''(۱)

گو شوقی کی بہت کم غزلیں محققین کو دستیاب ہوئی ہیں اور جو کچھ ملا ہے اس میں بھی کچھ حصہ کرم خوردہ ہے لیکن اس کے باوجود بھی ڈاکٹر جمیل جالبی جیسے ماہر محقق اور استاد نے انتہائی عرق ریزی کے بعد اس کا بڑا حصہ محفوظ کیا ہے۔

۲۔دیوانِ نصرتی

بیجاپور کے ملک الشعراملا نصرتی کا کلام ''دیوانِ نصرتی'' ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کیا ہے۔یہ دیوان قوسین لاہور سے ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا۔ دیوانِ نصرتی کے مقدمے میں جمیل جالبی نے بہمنی سلطنت کے زوال اور گولکنڈہ اور بیجاپور کی ریاستوں کی علم پروری اور ادب وفن کی سرپرستی کو بیان کیا ہے۔ملک الشعراملا نصرتی کے بارے میں جمیل جالبی مقدمے میں لکھتے ہیں کہ اس نے تین بادشاہوں محمد عادل شاہ ثانی شاہی اور سکندر عادل شاہ کا دورِ حکومت دیکھا۔محمد عادل شاہ کے دورِ حکومت میں اس نے قصیدہ چرخیہ لکھا۔محمد عادل شاہ کے بیٹے علی عادل شاہ ثانی شاہی کے دورِ حکومت میں نصرتی کی تخلیقی قوتیں اپنے کمال پر تھیں۔جس میں اس نے متعدد غزلوں، قصائد اور رباعیات کے علاوہ اپنی مشہور عشقیہ مثنوی ''گلشنِ عشق'' اور رزمیہ مثنوی ''علی نامہ'' لکھیں۔سکندر عادل شاہ کے دور میں نصرتی نے ''تاریخِ سکندری'' لکھی۔

گلشنِ عشق اور علی نامہ شائع ہو چکے ہیں جبکہ تاریخ سکندری اور دیگر کلام جو نایاب تھا وہ جمیل جالبی نے ترتیب دیا۔اس کی اہمیت مقدمے میں یوں بیان کرتے ہیں:

"جیسے دیوانِ حسن شوقی ادبِ اردو کے دورِ قدیم اور قبل ولی کی روایت کے مطالعے کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔اسی طرح ملا نصرتی کا یہ غیر مطبوعہ و نایاب کلام بھی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔"(۲)

مقدمے کے تیسرے حصے میں نصرتی کی تین تصانیف گلشن عشق (۱۰۶۸ھ) ، علی نامہ (۱۰۷۶ھ) اور دیوانِ نصرتی کے موضوعات اور اسالیب کو مختصراً بیان کیا ہے۔کلام کی خصوصیات میں اہم نکتہ یہ ہے کہ انھوں نے نصرتی کی قصیدہ گوئی کی خصوصیات بھی بیان کی ہیں۔اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اردو قصائد کے ذکر میں جہاں ہم سودا اور ذوق کا اب تک نام لیتے آئے ہیں وہاں ہمیں دورِ قدیم اور قبل ولی کے مولانا نصرتی کا نام ان کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ان دونوں سے پہلے لینا چاہیے۔ "(۳)

نصرتی کی غزلیات کا اہم موضوع عورت ہے۔رباعیات میں سے کچھ حمد و نعت اور کچھ ناصحانہ و عاشقانہ موضوعات کے بارے میں ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے دیوان نصرتی کے متن میں سب سے پہلے مثنوی "تاریخ سکندری" (۱۰۸۳ھ) کا متن درج کیا ہے۔اس کے بعد قصائد درج کیے گئے ہیں۔ مخمسات میں دو مخمس درج کی گئی ہیں۔اس کے بعد ہجو ہے اور پھر ۲۳ غزلیات ہیں۔غزلیات کے بعد ۲۸ رباعیات، ۳ قطعات اور ایک غزل فارسی ہے۔آخر میں صفحہ نمبر ۸۱ سے ۹۳ تک فرہنگ دیوان نصرتی دی گئی ہے۔

۳۔ مثنوی نظامی دکنی المعروف بہ کدم رائو پدم رائو

فخر دین نظامی کی مثنوی کدم رائو پدم رائو کو ڈاکٹر جمیل جالبی نے ترتیب دیا ہے۔یہ انجمن ترقی اردو کراچی سے ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی۔یہ مثنوی نویں صدی ہجری میں لکھی گئی تھی۔اس مثنوی کو جمیل جالبی نے اردو کی پہلی تصنیف قرار دیا ہے۔مقدمے کی ابتدا میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے "تاریخ ادب اردو" کے دوران پیش آنے والی مشکلات اور تحقیقی کاوش کا ذکر بھی کیا ہے۔

"اس تمام عرصے میں میری یہ کوشش رہی کہ نویں اور دسویں صدی ہجری کی وہ تمام تصانیف جو خطی شکل میں طاقِ نسیاں پر دھری تھیں ان کا مطالعہ اسی نقطہ نظر سے کیا جائے اور دیکھا جائے کہ ان تصانیف کی لسانی، تہذیبی و ادبی اہمیت کیا ہے۔ "(۴)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے مثنوی کدم رائو پدم رائو کے املا کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نسخہ کا رسم الخط نسخ ہے لیکن یہ نسخ اتنا مشکل ہے کہ اسے پڑھنا اتنا ہی دشوار ہے جتنا عہدِ قدیم کے کسی رسم الخط کو پڑھ کر مفید مطلب باتیں اخذ کرنا۔مولوی عبدالحق مرحوم کی یہ بڑی خواہش تھی کہ یہ مثنوی کسی طرح پڑھ لی جائے اور پھر شائع کر دی جائے۔انھوں نے برصغیر پاک و ہند کے ماہرینِ فن کے پاس اس کے عکس روانہ کیے۔قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کو اس کام پر مامور کیا لیکن ان کی موت کی وجہ سے یہ کام ادھورا رہ گیا۔جمیل جالبی ۱۹۶۷ء میں اس مخطوطے سے متعارف ہوئے اور اسے پڑھنے کی کوشش کرتے رہے:

''ڈیڑھ دو سال کی محنت و کوشش اور لغات کے ساتھ سر کھپانے کے بعد میں اس قابل ہو گیا کہ کسی حد تک میں اسے پڑھ سکوں۔ مجھے اس کا بھی اندازہ ہوا کہ کاتب مختلف حروف اور ان کے جوڑ کی مختلف شکلیں کس طرح لکھتا ہے۔''(۵)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے دو سال کی محنت کے بعد اس مخطوطے کی پہلی نقل اور پھر دوسری اور تیسری نقل تیار کی اور افسر صدیقی اور مشفق خواجہ کو دکھائی اور اس کے بعد اسے اشاعت کے عمل سے گزارا۔ انھوں نے تاریخی واقعات اور شواہد کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مثنوی احمد شاہ ولی بہمنی کے دورِ حکومت (۸۲۵ھ۔۸۳۹ھ) میں لکھی گئی۔

۱۴۲۱ء۔۱۴۳۵ء

مسعود سعد سلمان کے دیوانِ ہندوی، شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر کے کلام کا منتخب حصہ گرو گرنتھ، امیر خسرو، باجن کی فارسی تصنیف ''خزائن رحمت اللہ''، خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے بڑے صاحبزادے سید محمد اکبر حسینی کا تین صفحات پر مشتمل ایک رسالہ اور گیسو دراز سے منسوب ''معراج العاشقین'' کے تاریخی حقائق کے حوالے سے کدم راؤ پدم راؤ کو اردو کی پہلی تصنیف قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اس جائزہ کے بعد اب لے دے کر ''مثنوی کدم راؤ پدم راؤ'' رہ جاتی ہے جسے اردو زبان کی پہلی تصنیف ہونے کا شرف حاصل ہے اور جب تک کوئی اور تصنیف سامنے نہ آجائے اولیت کے تختِ سلطنت پر ''کدم راؤ پدم راؤ'' کی حکمرانی رہے گی۔''(۶)

مقدمے میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے مثنوی کے لسانی مطالعہ پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ مثنوی کا خلاصہ بھی مقدمے میں دے دیا ہے۔ اس کے املا کا طریق کار بھی مقدمے میں درج کر دیا ہے۔ متن کی پیش کش کا طریق کار یہ اختیار کیا گیا ہے کہ صفحے کے دائیں طرف اصل متن کا عکس دیا گیا ہے بائیں طرف اسے خط نستعلیق میں جدید املا کے مطابق اشعار کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ مخطوطہ میں ایک سطر میں شعر اس طرح درج کیا گیا ہے کہ وہ شعری تصنیف کے بجائے نثری تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ جمیل جالبی نے اسے دو کالم بیں یوں درج کیا ہے کہ یہ مثنوی کی صورت میں معلوم ہوتے ہیں۔

متون کا تعارف و خصوصیات:

ڈاکٹر جمیل جالبی کے مرتب کیے ہوئے متون اردو ادب میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے دکن کے ان متون کو مرتب کیا ہے جن کے بغیر اردو ادب کی تاریخ نامکمل ہے۔ دیوانِ حسن شوقی، دیوانِ نصرتی اور مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کی اشاعت سے نہ صرف دکنیات کے ذخیرے میں اضافہ ہوا ہے بلکہ دکنی زبان، محاورات و ضرب الامثال، املا اور صرف و نحو کے بارے میں بھی معلومات ملتی ہیں۔ اس طرح لسانیات میں بھی ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

جمیل جالبی نے جن متون کی تدوین کی ہے ان کا تعارف و اہمیت انھوں نے مقدمے میں درج کی ہے۔ دیوانِ حسن شوقی کے مقدمے کی ابتدا میں لکھتے ہیں

''اب سے تقریباً چالیس سال پہلے جولائی ۱۹۲۹ء میں مولوی عبدالحق مرحوم نے رسالہ ''اردو'' میں پہلی بار ایک قدیم شاعر کا تعارف شائع کیا اور اس کے ادبی کارناموں پر روشنی ڈال کر اس کی دو مثنویوں اور تین غزلوں سے اردو داں طبقے کو روشناس کرایا۔ شاعر کا نام حسن شوقی تھا۔۔۔ ۱۹۵۴ء میں سخاوت مرزا نے رسالہ اردو کراچی میں حسن شوقی کی تین غزلیں اور دریافت کیں اور ۱۹۶۵ء میں حسینی شاہد نے پانچ غزلیں اور شائع کیں۔''(۷)

اس کے بعد لسانی مطالعہ، بیاضوں کا تعارف، املا کے بارے میں، ترتیب کے بارے میں عنوانات قائم کر کے اہم ضروری معلومات مقدمے میں درج کر دی ہیں۔

''دیوانِ نصرتی'' کے مقدمے میں گولکنڈہ اور بیجاپور ریاستوں کی علم پروری اور ادب و فن کی سرپرستی کو بیان کر کے نصرتی کے بیجاپور سے تعلق کو بیان کیا ہے۔ اس تعارف کے بعد لکھتے ہیں:

''گلشن عشق'' اور ''علی نامہ'' شائع ہو چکے ہیں لیکن تاریخ سکندری اور بقیہ کلام اب تک نایاب تھا۔ ''تاریخ ادب اردو'' پر تن تنہا کام کرتے ہوئے جب میں سینکڑوں بیاضوں اور مخطوطات کے جنگل سے گزرا تو مجھے اکثر ملا نصرتی کا کلام بھی ملتا رہا جسے میں دوسرے شعرا کے نایاب کلام کی طرح جمع کرتا رہا۔ تاریخ ادب اردو میں نصرتی پر لکھتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ ریزہ ریزہ کر کے میرے پاس نصرتی کا اتنا کلام جمع ہو گیا ہے کہ اب نصرتی پر لکھنا اور اس کے بارے میں رائے قائم کرنا آسان ہے۔ نصرتی کا یہی وہ نادر و نایاب کلام ہے جسے ترتیب دے کر اب ''دیوان نصرتی'' کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ جیسے دیوانِ حسن شوقی ادب اردو کے دورِ قدیم اور قبل ولی کی روایت کے مطالعے کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اسی طرح ملا نصرتی کا یہ غیر مطبوعہ و نایاب کلام بھی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔''(۸)

اس تعارف کے بعد مقدمے کے دوسرے حصے میں نصرتی کے حالات اس کے کلام سے مرتب کیے ہیں۔ مقدمہ کے تیسرے حصے میں نصرتی کی تین تصانیف کا تعارف، موضوعات اور اسالیب کو مختصراً بیان کیا ہے۔ مقدمے کے آخر میں نصرتی کی ادبی حیثیت اور اہم مقام کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''بحیثیت شاعر نصرتی قدیم اردو کے عظیم ترین شاعروں میں سے ایک ہے جس نے بزمیہ اور رزمیہ دونوں قسم کی طویل مثنویاں لکھ کر اپنی شاعرانہ عظمت کا لوہا منوایا ہے۔ قصیدے میں اس کا نام سودا اور ذوق کے ساتھ لیا جانا چاہیے۔''(۹)

''مثنوی نظامی دکنی'' کے مقدمے میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس نسخے کی تاریخی اہمیت کا تعارف، رسم الخط کی مشکلات، زمانۂ تصنیف، نام و حالاتِ مصنف، اشعار کی تعداد، املا، لسانی مطالعہ، طریق کار کو تفصیل سے پیش کیا ہے۔ نویں دسویں صدی ہجری کی تصانیف کے تعارف اور ادب میں اس کے ارتقا اور تبدیلیوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''دیوان حسن شوقی'' اسی سلسلے کی پہلی کڑی تھی۔ ''دیوانِ نصرتی'' دوسری کڑی اور مثنوی ''کدم رائو پدم رائو'' اسی سلسلے کی تیسری کڑی ہے۔۔ اس مثنوی کو زمانی اعتبار سے ''دیوان حسن شوقی'' سے پہلے شائع ہونا چاہیے تھا لیکن یہ ایک ایسا مشکل کام تھا کہ صرف متن کی تیاری میں پانچ سال سے زیادہ کا عرصہ لگ گیا۔''(۱۰)

نسخوں کا تعارف:

مقدمہ میں نسخوں کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔ انجمن ترقی اردو کی مخزونہ دو بیاضوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ جن کی مدد سے دیوانِ حسن شوقی کو مرتب کیا گیا ہے۔

بیاض نمبر ا مخزون انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی جس میں فتح نامہ نظام شاہ(نسخہ اول)اور میز بانی نامہ ہے۔ ۱/۲ ۹اور ۱/۲ ۵ کی تقطیع پر لکھی گئی ہے۔ متن میں ۱۷سطریں اور حاشیے پر ۳۴سطریں ہیں۔ عنوانات فارسی میں ہیں اور سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ خط نستعلیق خوش نما ہے اس میں کل صفحات ۱۰۷ اور دس مثنویاں ہیں۔۔۔۔ فتح نامہ نظام شاہ اور میز بانی نامہ کا متن اسی نسخے سے لیا گیا ہے۔ کاتب کا نام اور سنِ کتابت درج نہیں ہے ۔

بیاض نمبر ۲ مخزون انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی۔ اس بیاض میں فتح نامہ نظام شاہ کا نسخہ ثانی (ناقص) ملتا ہے۔ شروع کے صفحات دست برد زمانہ ہو گئے۔ کچھ ابتدائی صفحات آخر میں لگ گئے ہیں۔ یہ ۱/۲ ۸ ×۵ کی تقطیع پر لکھی گئی ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۶۰ ہے۔ ہر صفحہ پر اوسطاً پندرہ سطریں ہیں۔ یہ بیاض بہت کرم خوردہ ہے۔ خط شکستہ ہے۔ جدولیں نہیں ہیں۔ کہیں افقی انداز سے لکھا گیا ہے اور کہیں آڑا ترچھا لکھا گیا ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے دیوان نصرتی کے نسخے کا تعارف پیش نہیں کیا۔ مقدمے میں تاریخ دکن، نصرتی کے حالات اور تصانیف کا تعارف ملتا ہے لیکن دیوانِ نصرتی کے نسخے کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ملتیں۔ تاریخ سکندری کے متن کے حاشیے میں مولوی عبدالحق کا بیان درج کر دیا گیا ہے کہ تاریخ سکندری کا دنیا بھر میں صرف ایک ہی نسخہ ہے جو ان کے کتب خانہ میں ہے۔ یہ قول مولوی عبدالحق کی کس تحریر سے لیا گیا ہے اس کا تذکرہ بھی نہیں ہے۔

''مثنوی کدم رائو پدم رائو'' کا واحد نسخہ انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانے میں محفوظ دنیا کا واحد معلوم نسخہ ہے جس کا سائز ۲×۷اور ۱×۵ ہے۔ یہ واحد نسخہ بھی ناقص ہے۔ بیچ بیچ میں سے اکثر صفحات غائب ہیں اور آخر میں بھی مثنوی کے کم از کم دو تین صفحات کم ہیں۔ اسی وجہ سے کاتب کے نام اور سنہ کتابت کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ اس مثنوی میں اشعار کی تعداد ۱۰۳۲ ہے اور ۱۰۳۲ واں شعر نامکمل ہے۔ اس کے بعد کے اشعار ضائع ہو گئے ہیں۔ ترقیمہ نہ ہونے کی وجہ سے کاتب کے نام کا پتا نہیں چلتا۔

داخلی شہادتوں کی مدد سے شعرا کے حالاتِ زندگی مرتب کیے ہیں:

ڈاکٹر جمیل جالبی نے جن شعرا کے دیوان مرتب کیے ہیں ان کے حالات انھوں نے شعرا کے کلام ہی سے اخذ کیے ہیں۔ دیوانِ حسن شوقی میں حسن شوقی کا نام، تخلص، فتح نامہ نظام شاہ کا پس منظر، جنگ کے واقعات کو دیوان ہی سے اخذ کیا ہے۔ شوقی کے حالات کسی قدیم تذکرے یا تاریخ میں نہیں ملتے۔ ان کے کلام ہی سے ڈاکٹر جمیل جالبی نے ان کے حالات زندگی ترتیب دیے ہیں۔ شوقی کے کلام ہی سے ان کا نام شیخ حسن اور تخلص شوقی اخذ کیا ہے اور حسن شوقی کی نظام شاہی دربار سے وابستگی کو بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے حسن شوقی کا سن ولادت تقریباً ۹۴۸ھ اور وفات کا سال ۱۰۴۲ھ اور ۱۰۵۰ھ کے درمیان متعین کیا ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنے قیاس کی بنیاد پر قرار دیا ہے کہ جنگ ''تالی کوٹ'' کے وقت اس کی عمر قریب پچیس برس تھی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

''1041 ہجری میں حسن شوقی زندہ تھا۔ اگر جنگ تالی کوٹ کے وقت حسن شوقی کی عمر پچیس چھبیس سال مان لی جائے تو 1041 ہجری میں اس کی عمر 93،94 بنتی ہے اور اس کی عمر تک کسی شخص کا زندہ رہ جانا اس دنیا میں کوئی عجیب وغریب واقعہ نہیں ہے''(۱۱)

اسی طرح مثنوی ''گلشن عشق'' سے نصرتی کا نام، حالات اور آباء واجداد کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔اسی طرح مثنوی کدم رائو پدم رائو کے مطالعے سے فخر دین نظامی کے نام اور تخلص کے بارے میں معلومات اخذ کی ہیں۔

جمیل جالبی نے مثنوی ''گلشنِ عشق'' کے اشعار سے نصرتی کے حالات مرتب کیے ہیں۔ان کے مطابق نصرتی کے آباء واجداد پیشہ ور سپاہی تھے۔نصرتی کے سالِ وفات کے حوالے سے تین محققین کی آرا پیش کی ہیں۔

۱۔'' تذکرہ شعرائے دکن''،میں عبدالجبار ملکاپوری نے نصرتی کا سالِ وفات ۱۰۹۵ھ لکھا ہے۔

۲۔اردو مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ میں نصیر الدین ہاشمی نے جو قطعہ تاریخ وفات دیا ہے اس سے ۱۰۸۵ھ سال وفات برآمد ہوتا ہے۔

۳۔''اردو شہ پارے''،میں پروفیسر محی الدین زور نے سال وفات ۱۰۸۱ھ دیا ہے۔

جمیل جالبی نے اس سلسلے میں یہ دلیل دی ہے کہ ''تاریخ سکندری'' کا سالِ تصنیف ۱۰۸۳ھ ہے اور اس وقت تک یقیناً نصرتی زندہ تھے۔اس لیے نصرتی کا سالِ وفات ۱۰۸۵ھ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

مخطوطہ کے مطالعہ اور اشعار کے حوالے سے جمیل جالبی نے یہ نتائج اخذ کیے ہیں کہ مثنوی کدم رائو پدم رائو کے مصنف کا نام فخر دین اور تخلص نظامی تھا۔مثنوی میں کئی جگہ اس نے اپنا نام اور تخلص ساتھ ساتھ استعمال کیا ہے اور التزام یہ رکھا ہے کہ ایک شعر میں وہ خود کو اپنے پورے نام فخر دین سے مخاطب کرتا ہے اور ایک یا دو اشعار کے بعد وہ اپنا تخلص لاتا ہے۔

مخطوطوں کا تعارف اور تدوین کا طریق کار:

ڈاکٹر جمیل جالبی نے دیوانِ حسن شوقی کو انجمن ترقی اردو کی مخزونہ دو بیاضوں سے مرتب کیا ہے۔بیاض نمبر ۱ کو انھوں نے نسخہ اول قرار دیا ہے۔بیاض نمبر ۲ کو نسخہ ثانی کا نام دیا ہے۔اس لے لیے انھوں نے درج ذیل طریق کار اختیار کیا ہے۔

۱۔فتح نامہ کا مکمل متن نسخہ اول وثانی کو ملا کر بنایا گیا ہے۔جہاں نسخہ اول اور نسخہ ثانی دونوں میں اشعار مشترک تھے وہاں نسخہ اول کے اشعار متن میں لیے گئے ہیں اور اختلافات کو حاشیے میں ظاہر کر دیا ہے۔

۲۔وہ اشعار جو صرف نسخہ ثانی میں تھے انھیں نسخہ اول میں موضوع کے تسلسل کے مطابق ملا دیا گیا ہے اور یہ عمل مثنوی کے صرف آخری حصہ میں کیا گیا ہے۔یہ سلسلہ شعر نمبر ۴۴۸ سے شروع ہوتا ہے۔

۳۔ان اشعار پر جو دونوں نسخوں میں الفاظ وترتیب کے لحاظ سے قطعی ایک تھے '' صہ '' کا نشان بنا دیا ہے۔

۴۔میز بانی نامہ کا چونکہ ایک ہی نسخہ تھا اس لیے اختلاف کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

۵۔حسن شوقی کی وہ غزلیں جو سخاوت مرزا اور حسینی شاہد نے دریافت کی تھیں ان کا اختلاف حاشیے میں ظاہر کر دیا ہے۔

مثنوی نظامی دکنی اور دیوانِ نصرتی کا چونکہ ایک ایک نسخہ تھا اس لیے ان کے اختلافِ نسخ نہیں دیے گئے۔ ان کے حواشی بھی مختصر ہیں۔ دیوانِ حسن شوقی میں فتح نامہ نظام شاہ کا متن دو نسخوں کی مدد سے ترتیب دیا گیا ہے اس لیے ان کا اختلاف حواشی میں درج کیا گیا ہے

''تجے جوے دولت کوں جل تھل اہے

جوے اور جل تھل کے الفاظ کا اختلاف حاشیے میں درج کیا ہے

''نسخہ ثانی میں جوے کے بجائے شاہ اور جل تھل کے بجائے جلیل ملتا ہے۔''(۱۲)

بولا بھیجیا، شاہ دانا، دبیر

نسخہ ثانی پہلا مصرع یوں ہے ''بولا بھیجیا شہ نے دانائو پیر

دیوان حسن شوقی کی غزلیات جن بیاضوں سے لی گئی ہے ان کے اختلاف بھی حواشی بھی درج کیے گئے ہیں۔ کل ۳۰ غزلیات ہیں جو ردیف وار درج کی گئی ہیں۔ پہلی غزل کا تعارف حاشیے میں یوں دیا ہے۔

''یہ غزل انجمن کی دو بیاضوں میں ملی۔ ایک میں چھ اور دوسری میں سات شعر ہیں۔ اسی غزل کو سخاوت مرزا نے کسی اور بیاض سے لے کر رسالہ اردو کراچی اپریل ۱۹۵۴ء میں اور دوسری دو نئی غزلوں کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس غزل میں سات شعر ہیں۔ ہم انجمن کی بیاض سے ۷ شعر والی غزل یہاں متن میں دے رہے ہیں اور اس کا مقابلہ رسالہ اردو اور دوسری بیاض کی غزل سے کر رہے ہیں۔''(۱۳)

اس غزل کے حاشیے کے طریق کی مثال درج ذیل ہے۔

متن میں غزل نمبر ا کا ایک شعر ہے

تجہ ناز کے بیداد تھی ویراں ہوا ہے کانورو

تجہ لب شکر کے قول تھی معمور بنگالا ہوا

اس کا حاشیہ یوں درج کیا گیا ہے

''کانورو کے بجائے رسالہ اردو میں ''گانوار'' کا لفظ ملتا ہے اور انجمن کی بیاض میں '' گنہ ور'' کا لفظ ملتا ہے۔''(۱۴)

اسی طرح غزل نمبر ۹ کا تعارف حاشیے میں یوں درج کیا ہے:

''قدیم اردو جلد اول مرتبہ مسعود حسین خاں میں اس غزل کے ۹ شعر ہیں۔ انجمن کی ایک بیاض میں ۹ شعر ہیں اور دوسری بیاض میں ۱۱ شعر ہیں۔ ہم نے اسی بیاض کی غزل کو متن بنایا ہے اور ذیل میں دونوں کا مقابلہ کر دیا ہے۔ پہلے دو شعر انجمن کی دونوں بیاضوں میں ہیں۔ قدیم اردو اول میں نہیں ہیں ۔''(۱۵)

غزل نمبر ۲۷ کا تعارف یوں دیا ہے:

"یہ غزل بھی دو بیاضوں میں ملتی ہے۔ دونوں میں ۶ شعر ہیں اور سوائے الفاظ کے اختلاف کے اشعار بھی اسی ترتیب سے ملتے ہیں۔ "(۱۶)

دیوانِ نصرتی میں تاریخ سکندری کا ایک ہی نسخہ تھا اس لیے اختلاف نسخ تو حاشیے میں نہیں دیے گئے تاہم کتابت کی اغلاط کو حواشی میں درست کر دیا گیا ہے۔

کہ بولے یہ یک بول کا دہر کے (۱) آل

حاشیے میں حوالہ نمبر ا لکھ کر اس کے آگے یہ درج کیا ہے

"اصل میں "کہ" تحریر تھا۔" (۱۷)

ص ۲۹ پر کاتب کی غلطی کی درستی یوں کی ہے

"مخطوطے میں "آب" لکھا ہے لیکن یہ سہو کتابت ہے کیوں کہ قافیہ "باگ" ہے (۱۸)

مثنوی نظامی دکنی میں متن کے اندر ہی قوسین لگا کر اس کی تصحیح یا وضاحت کر دی ہے۔ ان قوسین کی تقسیم یوں کی گئی ہے:

۱۔ جہاں مصرع کو وزن میں لانے کے لیے کسی لفظ یا حرف کا اضافہ کیا گیا ہے وہاں یہ بریکٹ استعمال کیا گیا ہے () مثلاً

جو مجہ انک دیسے سو مندان تجہ

جو مندا(ن) میں ہوئے بنداں تجہ

پرت پال سنسا(ر) کرتار ادھار

۲۔ جہاں مصرعے میں لفظ یا الفاظ زائد تھے وہاں ان زائد الفاظ کو اس بریکٹ میں دکھایا گیا ہے []

]رتن[گگن سمندر توں گنج تیتا دھرے

دھرتی جیوتی کر سمندر بھرے

۳۔ جہاں مصرع میں کاتب سے کوئی لفظ چھٹ گیا ہے اور کوشش کے باوجود اس لفظ کا اضافہ نہیں کیا جا سکا وہاں سوالیہ نشان بنا دیا گیا ہے ؟

کہ بھیتر پھول پھل ہوئے تھی کانٹ کانٹ ؟(۱۹)

۴۔ جہاں کرم خوردہ یا مشکوک ہونے کی وجہ سے لفظ نہیں پڑھا جا سکا وہاں نقطے لگا دیے گئے ہیں۔ مثلاً

ص ۷۷ پر ایک مصرع کی جگہ ۔۔۔۔۔ کا نشان لگا دیا گیا ہے اور اس پر لکھا ہے "(۔۔۔۔۔ یہاں سے تسلسل قائم نہیں رہا) ج ج (۲۰)

یا مصرعے کے درمیان میں کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے یا پڑھا نہیں جا سکا تو بھی نقطے لگا دیے گئے ہیں

کہ اس آس تھیں پھر بھی۔۔۔ شُکر کر

لسانی مطالعہ:

ڈاکٹر جمیل جالبی نے جن متون کو ترتیب دیا ہے وہ دکنی دور کے متون ہیں۔ اُس عہد کی زبان آج کی زبان سے بہت مختلف ہے۔ دکن کے ادبی مراکز گولکنڈہ اور بیجاپور تھے۔ قطب شاہی اور نظام شاہی علاقوں کی زبان و اسلوب پر فارسی کا اثر گہرا تھا جبکہ بیجاپور کی زبان و اسلوب پر سنسکرت اور مقامی زبانوں کا گہرا اثر تھا۔ اس دور کا املا کا طریق کار بھی ادبی و لسانی تاریخ میں اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے ڈاکٹر جمیل جالبی نے اسے جدید املا کے مطابق نہیں کیا۔ اس ضمن میں جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"زیادہ تر الفاظ میں نے اصل املا کے مطابق رہنے دیے ہیں۔ صرف ہ اور ھ کو بدلا ہے تاکہ پڑھنے میں آسانی ہو اور شعر آسانی سے وزن میں پڑھا جا سکے۔ بعض لفظوں کو میں نے صرف الگ کر دیا ہے تاکہ لفظ کو پہچاننے میں آسانی ہو یا پھر میں نے ایسے الفاظ کا املا درست کیا ہے جو اس وقت بھی صحیح نہیں مانے جاتے ہوں گے جیسے غوص اعظم کو غوث اعظم کر دیا ہے حجرت کو ہجرت اور نصل کو نسل۔" (۲۱)

دکن کے یہ متون ادبی و لسانی نمونے ہیں۔ ان کی زبان، صرف و نحو، محاورات و ضرب الامثال، تذکیر و تانیث، روزمرہ محاورہ اور تلمیحات کا مطالعہ اردو لسانیات میں قدیم لسانی نمونے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے ان متون کے لسانی مطالعے بھی تفصیل سے پیش کیے ہیں تاکہ اس دور کی لسانیات سے آگہی ہو سکے۔ دیوانِ حسن شوقی میں شوقی کے کلام کی صرفی و نحوی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ لازم و متعدی، علامتِ فاعل، تذکیر و تانیث، حرفِ ربط، سندھی اور قدیم دکنی کا فرق اور مماثلت کو مثالوں کے ذریعے درج کیا ہے۔ مثنوی نظامی دکنی (کدم راؤ پدم راؤ) کو جمیل جالبی نے اردو کا قدیم ترین ادبی و لسانی نمونہ قرار دیا ہے۔ انھوں نے ص ۳۵ تا ۶۰ مثنوی کا لسانی مطالعہ بہت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس مثنوی میں جو زبان استعمال ہوئی ہے اس میں روزمرہ اور محاورے کی ایسی رچاوٹ ہے کہ اسے دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ یہ مثنوی اس زبان کا پہلا نمونہ نہیں ہے بلکہ اس سے قدیم تر نمونے بھی ہوں گے جو یا تو ضائع ہو گئے یا ابھی تک ہماری نظروں سے اوجھل ہوں۔" (۲۲)

جمیل جالبی نے اس لسانی مطالعے میں درج ذیل عنوانات قائم کیے ہیں اور ان کی مثالیں دی ہیں

روزمرہ محاورہ، تلمیحات، مرہٹی زبان کے اثرات، پنجابی کا اثر، گجراتی اثرات، سرائیکی ہندی اثرات، اسم فاعل، لاحقے، سابقے، نون غنہ کا استعمال، جمع کی شکلیں، ضمیر، اسم ضمیر اور دوسری شکلیں، حرف کی چند مثالیں، فعل و متعلقاتِ فعل، مضارع و امر کی دوسری شکلیں، فعل جمع، مرکب افعال، ماضی مطلق، "کر" فعل کا استعمال، چند اور دلچسپ خصوصیات۔

گو شوقی کی بہت کم غزلیں محققین کو دستیاب ہوئی ہیں اور جو کچھ ملا ہے اس میں بھی کچھ حصہ کرم خوردہ ہے لیکن اس کے باوجود بھی ڈاکٹر جمیل جالبی جیسے ماہر محقق اور استاد نے انتہائی عرق ریزی کے بعد اس کا بڑا حصہ محفوظ کیا ہے۔ حسن شوقی کی غزل کے نمایاں اوصاف میں ایک اہم وصف

اس کے منفرد قافیہ کا استعمال ہے۔اس کی غیر مردف غزل میں منفرد قافیہ نے بھی اس کی غزل کو منفرد بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔اس غزل میں انہوں نے کھب کھب، غب غب،اب اب،دب دب، کب کب جیسے قافیے استعمال کیے ہیں اور لفظوں کے تکرار سے شعر میں ترنم پیدا کیا ہے

”کُھب کُھب رہی ہے من میں تری زلف کی کھب کھب

مج جیو کے گلے میں پڑیا ہے طوقِ غب غب

تپ تپ ہوا ہوں تب سیں تیرے وصال کارن

جپ جپ کیا ہوں جپنا ہر دم کتا ہوں اب اب“ (۲۳)

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں روز مرہ اور محاورہ کا ستعمال کثرت سے ہوا ہے۔مثال دے کر جمیل جالبی نے شعر کے آگے متعلقہ شعر نمبر بھی لکھ دیا ہے تاکہ متن میں اسے تلاش کرنے میں آسانی ہو۔شعر نمبر ۵۰۹ میں محاورے کی مثال یوں دی ہے

ٹھکائی کرنا:

کہیں بیس چھچے دیوں بار جگ

ٹھکائیں کروں جو کرے جگ ٹھگ (۲۴)

سب کو ایک لکڑی سے ہانکنا:

نہ سر پار کر دُود کون ہیں تاک

سبھی استریاں ایک لکڑی نہ ہاک (۲۵)

پانچوں انگلیاں کبھی ایک سی نہیں ہوتیں

نہو سی کدھیں پانچ انگل سمان (۲۶)

تلمیحات کا استعمال

بھلے تیں کہیا آج رامان منجہ

کیہا دیکھ توں کال ہنمان منجہ (۲۷)

پنجابی کا اثر

آکھے کدم راؤ آکھے سنی بات دھن

بدل(بادل) پڑے کیوں نہ بجلی بدل سیں ٹوٹ (۲۸)

دکن کی زبان اور ذخیرہ الفاظ آج کے قاری کے لیے نامانوس ہے اس لیے اس ضرورت کو سمجھتے ہوئے جمیل جالبی نے متن کے آخر میں فرہنگ بھی دی ہے تاکہ متن کو پڑھنے کے لیے جس مشکل کا سامنا انھیں کرنا پڑا قارئین اس سے محفوظ رہیں۔ دیوانِ نصرتی اور مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے آخر میں بھی فرہنگ دی گئی ہے۔ دیوانِ نصرتی میں ص ۸۱ تا ص ۹۳ اور مثنوی نظامی دکنی میں ص ۲۴۲ سے ص ۲۶۵ فرہنگ دی گئی ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے متن کی پیش کش میں ایک اور مفید کام یہ کیا ہے کہ ہر پانچ اشعار کے بعد شعر پر دو مصرعوں کے درمیان شعر نمبر درج کیا ہے۔ اس طرح اس مثنوی کے کل اشعار کی تعداد کا علم تو ہوتا ہی ہے اس کے ساتھ ساتھ کسی شعر کی تلاش میں آسانی رہتی ہے۔ مثلاً مقدمے میں جمیل جالبی نے اگر شعر نمبر ۱۴۲ کا حوالہ تلمیح کی مثال دیتے ہوئے دیا ہے تو اس شعر نمبر ۱۴۲ کو تلاش کرنا بہت آسان ہے جو کہ ۱۴۰ اور ۱۴۵ کے درمیان میں ہوگا۔

۱۔ڈاکٹر جمیل جالبی (مرتب) ،دیوانِ حسن شوقی، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۱ء، مقدمہ

۲۔ڈاکٹر جمیل جالبی (مرتب) دیوانِ نصرتی، لاہور: قوسین، ۱۹۷۲ء، ص ۲ مقدمہ

۳۔ایضاً، ص ۱۴ مقدمہ

۴۔ڈاکٹر جمیل جالبی (مرتب)، مثنوی نظامی دکنی المعروف بہ کدم راو پدم راو، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۳ء، ص ۹ مقدمہ

۵۔ایضاً، ص ۱۱، ۱۰

۶۔ایضاً، ص ۳۵

۷۔دیوانِ حسن شوقی، ص ایک مقدمہ

۸۔دیوانِ نصرتی، محولہ بالا، ص ۲ مقدمہ

۹۔ایضاً، ص ۱۵

۱۰۔مثنوی نظامی دکنی، محولہ بالا، ص ۱۰ مقدمہ

۱۱۔دیوانِ حسن شوقی، مقدمہ

۱۲۔دیوانِ حسن شوقی، ص ۹۳ حاشیہ

۱۳۔ایضاً، ص ۱۴۰ حاشیہ

۱۴۔ایضاً،ص۱۴۰حاشیہ

۱۵۔ایضاً،ص۱۴۸حاشیہ

۱۶۔ایضاً،ص۱۶۸حاشیہ

۱۷۔دیوانِ نصرتی، محولہ بالا،ص۱۹حاشیہ

۱۸۔ایضاً،ص۲۹

۱۹۔مثنوی نظامی دکنی،ص۷۹

۲۰۔ایضاً،ص۷۷

۲۱۔دیوانِ حسن شوقی،ص۶۵مقدمہ

۲۲۔مثنوی نظامی دکنی،ص۳۶مقدمہ

۲۳۔دیوانِ حسن شوقی، محولہ بالا

۲۴۔مثنوی نظامی دکنی، محولہ بالا،ص۳۹

۲۵۔ایضاً،ص۴۰

۲۶۔ایضاً،ص۴۱

۲۷۔ایضاً،ص۴۳

۲۸۔ایضاً،ص۴۵

☆☆☆